قائم ہو گیا تو وہ اس کے زبردست حامی تھے۔ انہوں نے صاف لفظوں میں اعلان کیا کہ میں نے اور میری جماعت نے قیام پاکستان کی مخالفت کی تھی اور ہم ایک ہندوستان کے حامی تھے۔ اب پاکستان بن گیا ہے، ہم اپنے مؤقف میں ہار گئے ہیں، ہمارے مخالف جیت گئے ہیں، پاکستان ہمارا ملک ہے اور ہمارا مستقبل اسی سے وابستہ ہے، ہم یہیں رہیں گے اور یہیں مریں گے۔ اب جو شخص پاکستان کی مخالفت کرے گا، ہم اس کے خلاف جنگ کریں گے۔

یہ ان کی اخلاقی جرأت تھی اور قیام پاکستان سے اختلاف کی بناء پر سیاسی شکست کا اعتراف تھا۔ اس قسم کا اعلان کوئی بڑا آدمی ہی کر سکتا ہے اور بلاشبہ شاہ جی بڑے آدمی تھے۔ قیام پاکستان کے بعد اگر کوئی شخص پاکستان یا اس کے قائدین کے خلاف کسی قسم کی بات کرتا تو شاہ جی برداشت نہ کر سکتے اور اس کو ڈانٹ دیتے۔

قیام پاکستان کے بعد انہوں نے اپنے آپ کو مرزائیت کی تردید اور ملک میں اسلامی نظام کی کوشش کے لیے وقف کر دیا تھا۔ مرزائیت کے سلسلے میں تو انہیں کامیابی ہوئی لیکن اسلامی نظام کی منزل ابھی دکھائی نہیں دیتی۔

آزادی کے بعد وہ ملتان میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ انہوں نے اپنے لیے کوئی چھوٹا بڑا مکان الاٹ نہیں کرایا اور نہ حکومت کے کسی اہل کار سے ملنے کی کوشش کی۔ وہ کرائے کے مکان میں رہتے تھے، اسی مکان میں وفات پائی اور اسی سے انکا جنازہ اٹھا۔

شاہ جی کا سلسلہ نسب چھتیس واسطوں سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے وہ یکم ربیع الاول ۱۳۱۰ھ (۱۸۹۲ء) کو ہندوستان کے صوبہ بہار کے دارالحکومت پٹنہ میں پیدا ہوئے۔ جب فہم و شعور نے انگڑائی لی اور عقل و خرد نے کچھ منزلیں طے کیں تو امرتسر آ گئے۔ وہاں کی ایک مسجد میں ۱۹۱۶ء/ ۱۹۱۴ء کو وعظ و خطابت کا سلسلہ شروع کیا۔ سیاسی زندگی کا آغاز مولانا داؤد غزنوی کے کہنے سے ۱۹۱۹ء میں ہوا، جب کہ تحریک خلافت شباب پر تھی۔ بارہا جیلوں میں گئے اور طویل قیدیں کاٹیں۔

عمل و حرکت کے اعتبار سے بھرپور زندگی بسر کی۔ وہ ایسا بے تاب اور مضطرب دل لے کر آئے تھے جو اسلام اور مسلمانوں کی ہر مصیبت کے وقت بے قرار ہو جاتا تھا۔ انکی آواز اتنی پر درد اور پر سوز تھی کہ برصغیر اور عالم اسلام کے ہر سانحہ میں بے ساختہ بلند ہو جاتی تھی۔ ظلم کے خلاف ان کی صدا اس درجے مؤثر تھی کہ ایک آن میں صور اسرافیل بن جاتی تھی۔ ان کی آنکھیں اسلام اور اہل اسلام کی ہر اذیت پر اشک بار ہو جاتی تھیں۔ مسلمانوں کی ہلکی سے ہلکی تکلیف بھی نہ وہ خود برداشت کر سکتے تھے اور نہ یہ گوارا کرتے تھے کہ کوئی برداشت کرے۔ ناممکن تھا کہ وہ مظلوم کو ظلم و ستم کے شکنجے میں جکڑا ہوا دیکھیں اور خاموش رہیں۔ وہ ملک و قوم کی مصیبت کے وقت خود روتے اور دوسروں کو رلاتے تھے۔

انہوں نے غلام آباد ہندوستان میں انگریز کے خلاف زبردست ٹکر لی اور اس کی حکومت کو اپنا سب سے

بڑا حریف گردانا۔ ایران، عراق، ترکی، حجاز، نجد، مصر، شام، بیت المقدس غرض ہر خطۂ ارض کے مسلمانوں کی مظلومیت کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اور ان کے مصائب پر نوحہ خواں ہوئے۔

وہ مردِ مجاہد اپنے دور کی تمام حریف طاقتوں سے عمر بھر پنجہ آزما رہا، کبھی کسی سے مات نہ کھائی اور کسی کے سامنے ایک لمحے کے لیے سرنگوں نہ ہوا۔ لیکن عزرائیل کے مقابلے میں شکست کھا گیا اور فرشتہ اجل نے موت کا پیغام دیا تو سر جھکا دیا۔

موت کی تمہید بھی بڑی طولانی تھی جو فالج، لقوہ اور یرقان کے انتہائی الجھے ہوئے عنوانات پر سات سال تک پھیلتی چلی گئی۔ بالآخر قمری حساب سے اکہتر اور شمسی حساب سے عمر کی تقریباً ستر منزلیں طے کر کے ۹ ربیع الاول ۱۳۸۱ھ (۲۱ اگست ۱۹۶۱ء) کی شام کو چھ بجکر پچپن منٹ پر اس عالی مرتبت شخص کی کتابِ حیات کا آخری ورق ختم ہو گیا اور اللہ ذوالجلال کی بارگاہ اعلیٰ وارفع سے مسرت انگیز ندا آئی:

یایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وا دخلی جنتی۔

★

اخوت کا پیکر، لگن کا ضمیر

امیر شریعت، قلندر، فقیر، اخوت کا پیکر، لگن کا ضمیر
خطابت کی اقلیم کا شہریار ندیم محبت، نقیبِ بہار
سخن جس طرح آبِ کوثر کی دھار چلن جس طرح لعبۂ آبشار
طبیعت میں موجِ صبا کا خرام ارادوں میں خیریت صبح و شام
مشیت کی مشاطگی کا جمال ہمہ کیف و برکت، ہمہ کیف و حال
بدایات سادہ کا دلکش نصاب عُلوم درخشاں کا بہتا چناب
تبسم سے نخچیر کرتا ہوا! نگاہوں سے تسخیر کرتا ہوا
حقیقی مربی، حقیقی رفیق ملے گا کہاں ایسا مرد خلیق
ادا کر کے قرض اپنی خدمات کا سحر دم، وہ جاگا ہوا رات کا

ابد کے نگر کو روانہ ہوا
مکمل سفر کا فسانہ ہوا

سید عبدالحمید عدمؒ